حالی کی ادبی زندگی کا جائزہ

رابعہ تبسم، ریسرچ اسکالر
شعبۂ اردو مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی
گچی باؤلی، حیدرآباد

خواجہ الطاف حسین حالی(1837ء تا1914ء) اردو کے بلند پایہ شاعر اور ادیب ہیں۔وہ اپنی مختلف الجہات شخصیت کی وجہ سے اپنے معاصرین میں ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔اردو ادب کی تاریخ میں ان کے علمی، تحقیقی، تنقیدی وسوانحی کارناموں اوران کی شاعری کوقدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔اردو شعر وادب میں انھوں نے بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔''حیات سعدی''، ''یادگار غالب'' اور''حیات جاوید''ان کی وہ سوانحی کتابیں ہیں جن کا شمار اردو کی چند اہم کتابوں میں کیا جاتا ہے۔حالی کی کتاب''مقدمہ شعروشاعری'' اردو تنقید کی پہلی باضابطہ کتاب ہے،جس میں تنقید کے بنیادی اصول وضوابط سے بحث کی گئی ہے۔اس کتاب نے اردوادب میں ایک انقلاب برپا کردیا۔

حالی کا کمال ہے یہ کہ انھوں نے اردونثر کوایک خاص اسلوب دیا ہے،جس میں سادگی ،وضاحت روانی اور استدلال ہے۔اردوشاعری میں بھی حالی نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں ۔انھوں نے غزل،نظم،مثنوی،مرثیہ،قصیدہ، رباعی، قطعہ سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اورکمال حاصل کیا۔ان کا ایک اور بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے کرنل ہالرائیڈ اور محمد حسین آزاد کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے نظم نگاری کے فروغ میں اہم رول ادا کیا ہے۔

حالی مشرقی روایات اور تہذیب کے پروردہ تھے۔وہ

شرافت، نیکی، خلوص، صداقت، انکساری، خاکساری، ایثار اور قربانی کے مجسمہ تھے۔ان کی ذاتی شخصیت کا عکس ان کی تحریروں میں بھی جھلکتا ہے۔

پانی پت دلی سے کوئی پچاس میل دور ایک قدیم بستی ہے۔ہندوستانی تاریخ کی تین بڑی لڑائیاں یہاں لڑی گئیں۔یہ بات مشہور ہے کہ یہ بستی کئی ہزار سال پرانی ہے جہاں کورو اور پانڈو کی جنگ بھی ہوئی تھی۔یہیں حالی کی پیدائش ہوئی۔

ان کے بزرگوں میں بڑے بڑے عالم دین، ادیب اور خطیب اور صوفیاء کرام گزرے ہیں۔کوئی سات سو برس پہلے ملک ہرات سے ایک عالم فاضل بزرگ خواجہ ملک علی اپنا دیس چھوڑ کر ہندستان چلے آئے تھے۔اس وقت یہاں غیاث الدین بلبن کی حکومت تھی۔بادشاہ وقت خواجہ ملک علی کے علم وفضل سے متاثر ہوا اور ان کی بڑی قدر ومنزلت کی اور ان کو قصبہ پانی پت کی زمین اور ملحقہ علاقہ بخش دیا۔1276ء میں وہ اس قصبے میں آباد ہو گئے۔اس بستی کی ایک خاص بات یہ تھی کہ یہاں ہر زمانے میں بڑے پڑھے لکھے لوگ، صوفی اور درویش پیدا ہوئے انمیں ایک مشہور صوفی بزرگ بوعلی شاہ قلندر بھی گزرے ہیں۔یہیں ان کا مزار بھی ہے جن کی زیارت کو دور دور سے لوگ آتے ہیں۔عید کے مہینے میں یہاں ان کا عرس بھی ہوتا ہے۔اس طرح پانی پت حالی کے بزرگوں کا سات، آٹھ سو سال سے وطن رہا اور یہیں ان کی پرورش ہوئی۔مگر سب سے زیادہ شہرت پانی پت کو حالی سے ملی۔

خواجہ ملک علی جب پانی پت میں آباد ہوئے تو ان کی اولاد یہاں خوب پھلی پھولی۔ان کے خاندان میں سپاہی لوگ بھی پیدا ہوئے جنھوں نے ملک کی حفاظت کا کام کیا۔ان کی اولاد میں ایک بزرگ خواجہ ایزد بخش نام کے تھے۔وہ پانی پت کے محلّہ انصار میں رہتے تھے جن کے تین اولادیں تھیں، امداد حسین، امۃ الحسین، اور وجیہہ النسا۔پھر 1837ء بمطابق 1253ھ میں ایک اور لڑکا پیدا ہوا جس کا نام الطاف حسین رکھا گیا جو کہ آج الطاف حسین حالی کے نام سے معروف ومشہور ہیں۔حالی اپنی تاریخ پیدائش کے متعلق خود مقالات حالی میں لکھتے ہیں:

''میری ولادت تقریباً ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں بمقام
قصبہ پانی پت جو شاہ جہاں آباد (دہلی) سے جانب شمال ۵۳
میل کے فاصلے پر ایک قدیم بستی ہے واقع ہوئی۔''

الطاف حسین کی پیدائش کے بعد ان کی ماں کی صحت اچھی نہیں رہتی تھی۔حالی ابھی نو برس کے بھی نہ ہوئے تھے کہ والد ماجد خواجہ ایزد بخش کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔والد کے انتقال کے وقت سے ہی الطاف حسین ماں کی تربیت سے محروم ہو چکے تھے کیوں کہ شوہر کے وفات کے غم میں ان کی والدہ سیدہ امۃ الرسول کا دماغ مختل ہو گیا تھا اس لیے وہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ اور عام طور پر بالکل خاموش رہا کرتی تھیں۔ماں کی دماغ کی خرابی اور باپ کی بے وقت موت سے الطاف حسین کے ننھے سے دل پر بہت چوٹ لگی اس کی تلافی بھائی بہنوں کی محبت نے کر دی۔بڑے بھائی خواجہ امداد حسین نے چھوٹے بھائی کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور بہنوں نے بھی ان کو اپنے سایۂ شفقت میں لے لیا۔حالی خود لکھتے ہیں:

''میری ولادت کے بعد میری والدہ کا دماغ مختل ہو گیا تھا
اور میرے والد نے (۴۰ برس کی عمر میں) سن کہولت میں
انتقال کیا۔جب کہ میں نو برس کا تھا،اس لیے میں ہوش
سنبھال کر اپنا سر پرست بھائی بہنوں کے سوا کسی کو نہیں
پایا۔''

(الطاف حسین حالی،مقالات حالی حصہ اول،ص 311)

پانی پت میں یہ دستور تھا کہ چھوٹی عمر سے ہی بچوں کو قرآن شریف زبانی یاد کرایا جاتا تھا اور ساتھ

ہی قرأت سکھایا جاتی تھی۔ 'قرأت کا مطلب ہے خاص لہجے میں، بڑی صحت اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن شریف کو پڑھنا'۔اس وقت یہ روایت تھی کہ بچے کو چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں مولوی (جو قاری بھی ہوتا تھا) کے پاس بٹھا دیا جاتا تھا۔الطاف حسین بھی جب چار سال چار مہینے چار دن کے ہوئے تو ان کی بسم اللہ ہوئی۔ پانی پت کے پرانے دستور میں یہ بھی تھا کہ وہاں ہر مسلمان بچہ قرآن شریف کا ایک حصہ ضرور یاد کرتا تھا اور وہاں کی قرأت سارے ملک میں مشہور تھی۔ چنانچہ اس زمانے کے دستور کے مطابق حالی کو پانی پت کے ایک عمدہ قاری حافظ ممتاز حسین کے پاس قرآن شریف کی تعلیم کے لیے بٹھایا گیا۔ان کو پڑھنے کا شوق بچپن سے ہی تھا اور حافظہ غیر معمولی طور پر بہت اچھا تھا۔اس لیے انھوں نے قرآن شریف بہت جلدی یاد کرلیا۔حالی کم عمری سے ہی قرآن شریف اس قدر خوش آوازی اور صحت کے ساتھ پڑھتے تھے کہ لوگ جھوم جھوم اٹھتے تھے۔س کے بعد حالی کو با قاعدہ تعلیم کا موقع کبھی نہیں ملا۔حالی کا اپنا بیان ہے کہ:

''اگرچہ تعلیم کا شوق خود بخود میرے دل میں حد سے زیادہ تھا،مگر مجھے با قاعدہ اور مسلسل تعلیم کا موقع نہ ملا۔''
(الطاف حسین حالی، مقالات حالی حصہ اول، 311)

اس کے بعد فارسی کی تھوڑی سی تعلیم سید جعفر علی سے جو کہ فارسی کے ایک بڑے ادیب تھے حاصل کی جس کی وجہ سے انھیں فارسی زبان وادب سے دلچسپی پیدا ہوئی اور ان کی طبیعت میں جو شاعری کا جو مادہ تھا اسے بھی جلا ملی۔عربی کا شوق ہوا تو پانی پت کے ایک مذہبی عالم حاجی ابراہیم حسین سے سیکھنی شروع کیا ورصرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

پرانے زمانے میں شادی بیاہ اکثر کم عمر میں ہی ہوجایا کرتی تھی۔حالی نے ابھی عمر کی سترہ ہی منزلیں طے کی تھیں کہ بھائی بہنوں کو شوق ہوا کہ ان کی شادی کر دیں۔مگر الطاف حسین کو اس

وقت شادی کی ذرا بھی خواہش نہ تھی کیوں کہ وہ علم کے دریا سے اور بھی سیراب ہونا چاہتے تھے۔ان کو معلوم تھا کہ اگر شادی ہوگئی تو تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑے گا اور فکر معاش دامن گیر ہو جائے گی، بال بچوں کا خرچ اٹھانا پڑ جائے گا، ذمہ داریاں بہت زیادہ بڑھ جائیں گی۔ پھر حالی بچپن سے یہ دیکھتے آئے تھے کہ بزرگوں کی کسی رائے سے اختلاف کرنا یا حکم عدولی کرنا خاندانی روایات اور آداب شرافت کے خلاف سمجھا جاتا تھا۔اور اس زمانے کے بڑے بزرگ لڑکے لڑکیوں سے پوچھتے ہی کب تھے۔ پھر بھائی کو باپ کی جگہ سمجھتے تھے کیسے ان کی بات نہ مانتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نوجوان اکثر اپنی بڑی سے بڑی خوشی کو بزرگوں کے حکم پر قربان کر دیتے تھے اور ماتھے پر شکن تک نہ آتی تھی۔

لہذا سعادت مندی کے تقاضے سے مجبور ہوکر انھوں نے بزرگوں کے حکم پر سر جھکا دیا۔ بالآخر ان کے بڑے بھائی نے اپنے ماموں میر باقر علی کی صاحبزادی اسلام النسا سے 1853ء میں سترہ سال کی عمر میں ان کی شادی کردی۔

حالی کی شادی تو ہوگئی مگر علم کی پیاس اور زیادہ بڑھ گئی۔اس وقت یہ رواج تھا کہ شادی کے بعد شروع میں لڑکی اپنے مائیکے میں زیادہ رہتی تھی پھر بیوی بھی خوش حال گھرانے کی تھی۔حالی نے سوچا کہ ابھی بیوی کا بار نہیں اٹھانا پڑے گا اس لیے اس فرصت کا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔وہ جو علم حاصل کر سکتے تھے وہ پانی پت میں حاصل کر چکے۔ دلی کا ذکر انھوں نے بہت سنا تھا کہ وہاں بڑے بڑے عالم، ادیب اور شاعر وغیرہ ہیں۔ان کو یہ لگن پیدا ہوگئی کہ دلی جا کر علم حاصل کریں۔مگر جائیں تو کیسے؟ بھائی، بہن، بیوی، سسرال والے کوئی بھی تو راضی نہ ہوتا کیوں کہ دلی بہت دور تھی۔ دلی کا سفر پانی پت سے صرف پچپن میل کے فاصلہ پر تھا مگر یہ وہ زمانہ تھا کہ نہ ٹرینیں تھیں نہ بسیں، نہ موٹر سائیکل تھی۔صرف اونٹ گاڑی جسے 'شکرم' کہا جاتا تھا یا پھر بیل گاڑی میں سفر کیا جاتا تھا۔جن کے پاس پیسہ نہ ہوتا وہ پاپیادہ سفر کرتا تھا۔

دلی میں اس وقت بڑے بڑے شاعر، ادیب اور عالم موجود تھے، مشاعرے ہوا کرتے

تھے۔مولوی نوازش علی کے ساتھ ان کی بڑے بڑے عالم فاضل لوگوں سے ملاقات ہوئی،مشاعروں میں بھی جانے لگے اور خود بھی شعر کہنے کا شوق پیدا ہوا،مولوی صاحب کے علاوہ دلی میں انھوں نے مولوی فیض حسن،امیر حسن اور سید نذیر حسین کے درس سے بھی استفادہ کیا۔

خوش قسمتی سے ان کی ملاقات مرزا غالب سے ہوگئی جن کا دلی میں اس وقت بہت شہرہ تھا۔اس وقت مرزا کا کلام عمومی طور پر مقبول نہ تھا مگر خاص لوگ ان کی بے حد قدر کرتے تھے۔الطاف حسین کو بھی ان کا کلام پسند آیا اور ان کے دل پر غالب کی شخصیت کا بہت گہرا اثر ہوا جو کہ زندگی بھر رہا۔اکثر غالب کے پاس جاتے اور ان کے اردو فارسی شعروں کا مطلب خود ان سے سمجھتے تھے۔

قیام دلی ہی میں حالی نے جب شعر کہنے شروع کیے تو اپنا تخلص ''خستہ'' رکھا پھر غالب کے کہنے سے انھوں نے اپنا تخلص بدل کر حالی کر دیا اور اسی نام سے مشہور بھی ہوئے۔ اسی زمانے میں جب حالی نے مرزا غالب کو اپنی کچھ غزلیں دکھائیں،غالب بہت کم کسی کو شعر کہنے کا مشورہ دیتے تھے مگر حالی کی غزلیں غالب کو پسند آئیں اور انھوں نے کہا:

''اگر چہ میں کسی کو فکر شعر کی صلاح نہیں
دیا کرتا لیکن تمھاری نسبت میرا خیال یہ
ہے کہ اگر تم شعر نہ کہو گے تو اپنی طبیعت
پر سخت ظلم کرو گے''

(الطاف حسین حالی،مقالات حالی حصہ اول،ص312)

غالب نے حالی کے بارے میں بہت بڑی بات کہہ دی اور اس سترہ اٹھارہ سال کے لڑکے کے اندر شاعری کا جو جوہر چھپا ہوا تھا اسے پہچان لیا۔اس سے حالی کو اور حوصلہ مل گیا اور دل

لگا کر شعر کہنے لگے۔شعر کے ساتھ ساتھ نثر بھی لکھتے تھے۔اسی زمانے میں انھوں نے عربی میں ایک چھوٹی سی کتاب لکھی۔یہ ان کی سب سے چھوٹی تصنیف تھی۔

1869ء ہی میں ان کے دوست اور سرپرست شیفتہ کا بھی انتقال ہو گیا۔بہت صدمہ ہوا اور اب کوئی کام بھی نہ رہا اس لیے حالی کو پھر معاش کی فکر ہوئی۔مگر اللہ کارساز ہے حالی کے علم و فضل اور شاعری کی شہرت پھیل رہی تھی اور لوگ ان کی قدر کرنے لگے تھے۔اس مرتبہ لاہور میں پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو میں انھیں ایک جگہ مل گئی اور حالی دلی سے لاہور چلے گئے۔

یہاں ان کے ذمہ یہ کام تھا کہ انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی ہوئی کتابوں پر نظر ثانی کرتے اور ان کی زبان درست کیا کرتے یہ کام حالی نے بہت محنت اور کوشش سے کیا۔حالی کی زندگی کا رخ پلٹنے میں اس ملازمت کا بہت بڑا دخل رہا ہے۔وہ انگریزی بہت کم جانتے تھے مگر اب انگریزی کتابوں کا ترجمہ پڑھنے کو ملنے لگا اور انھوں نے انگریزی ادب،شاعری اور تنقید کی کتابوں کے ترجمے سے اتنا سیکھ لیا کہ قدرت نے انگریزی نہ پڑھ سکنے کی کمی پوری کردی اور انگریزی زبان و ادب کی بہت سی کتابوں کے مطالب سے واقف ہو گئے۔

'انجمن پنجاب'' لاہور کے یہ مشاعرے،مشاعروں کی روایت کے خلاف تھے اور پرانے دبستان شاعری کے خلاف بغاوت کا ایک قدم بھی تھا۔چنانچہ حالی نے آزاد کی اس کوشش میں اہم رول ادا کیا۔اس تحریک سے ایک نیا باب شروع ہوا۔اس مشاعرے کی اہمیت اور غرض و غایت پر حالی نے یوں روشنی ڈالی ہے۔

''اس مشاعرہ کا مقصد یہ تھا کہ ایشیائی
شاعری جو کہ دروبست عشق اور مبالغہ کی
جاگیر ہوگئی ہے،اس کو جہاں تک ممکن ہو
وسعت دی جائے اور اس کی بنیاد حقائق

وواقعات پر رکھی جائے۔'' 19؎
(کوثر مظہری،حالی سے میراجی
تک،ص68)

مناظموں کی چار نشستیں ہوئیں اور حالی نے ان مشاعروں کے لیے اپنی مشہور ومعروف چار مثنویاں مثنویاں ''برکھارت''،''حب وطن''،''نشاط امید'' اور ''مناظرۂ رحم وانصاف'' لکھیں یہ چاروں نظمیں بڑی دلکش،شیریں اور اثر انگیز ہیں خصوصاً ''حب وطن'' اپنا جواب نہیں رکھتی۔حالی لکھتے ہیں:

''لاہور میں کرنیل ہالرائڈ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن پنجاب کے ایماء سے مولوی محمد حسین آزاد نے اپنے پرانے ارادے کو پورا کیا۔یعنی۱۸۷۴ء میں ایک مشاعرہ کی بنیاد ڈالی جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل نیا تھا اور جس میں مصرع طرح کے کسی مضمون کا عنوان شاعروں کو دیا جاتا تھا کہ اس مضمون پر اپنے خیالات جس طرح چاہیں نظم میں ظاہر کریں۔
میں نے بھی اسی زمانے چار مثنویاں ایک برسات پر دوسری امید پر تیسری انصاف پر اور چوتھی حب وطن پر لکھیں۔'' 20؎
(الطاف حسین حالی،مقالات حالی حصہ
اول،ص316)

''برکھارت'' 'انجمن پنجاب لاہور' کے مشاعرہ میں پڑھی جانے والی پہلی نظم ہے اس نظم

کے شروع بند میں گرمی کی شدت کا ذکر کیا ہے۔

برسات کا بج رہا ہے ڈنکا اک شور ہے آسماں پہ برپا
ہے ابر کی فوج آگے آگے اور پیچھے ہیں دَل کے دَل ہوا کے
گھنگھور گھٹائیں چھا رہی ہیں جنّت کی ہوائیں آ رہی ہیں
کرتے ہیں پپیہے ''پی ہو پی ہو'' اور مور جھنکارتے ہیں ہر سو
کوئل کی ہے کوک جی لبھاتی گویا کہ ہے دل میں بیٹھی جاتی
ابر آیا ہے گِھر کے آسماں پر کلمے ہیں خوشی کے ہر زباں پر

''نشاط امید'' دوسری نظم ہے جو''انجمن پنجاب'' لاہور کے مشاعرہ میں پڑھی گئی۔

اے مری امید میری جاں نواز اے مری دل سوز میری کارساز
عیش میں اور رنج میں میری شفیق کوہ میں اور دشت میں میری رفیق
تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ تو نے اٹھایا نہ کبھی سر سے ہاتھ
تجھ سے ہے محتاج کا دل بے ہراس تجھ سے ہے بیمار کو جینے کی آس
نوح کی کشتی کا سہارا تھی تو چاہ میں یوسف کی دل آرا تھی تو

''حب وطن'' تیسری نظم ہے جو کہ ''انجمن پنجاب'' لاہور کے مشاعرے میں پڑھی گئی۔ حالی چونکہ اپنے آبائی وطن سے دور معاش کی غرض سے لاہور میں زندگی گزار رہے تھے اس لیے اس میں ذاتی احساس کا رنگ غالب ہے۔ حالی نے ''حب الوطنی'' کے سیاق وسباق میں اپنی دھرتی، اپنی مٹی اور یہاں کے رواجوں کو موضوع بنایا ہے۔ حالی باغ اور چمن ٹھنڈی ہواؤں، بلبلوں اور پہاڑوں کی دلکش فضا کو مخاطب کرتے ہوئے نظم کا آغاز کرتے ہیں ''حب وطن'' کے کچھ شعر ملاحظہ ہوں۔

اے سپہر بریں کے سیا رو   اے فضائے زمیں کے گلزارو
اے پہاڑوں کی دلفریب فضا   اےلب جوکہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا
تیری دوری ہے مورد آلام   تیرے چھٹنے سے چھٹ گیا آرام
کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے   گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے
مٹ گیا نقش کا مرانی کا   تجھ سے تھا لطف کا مرانی کا
میں ہی کرتا ہوں تجھ پہ جان نثار   یا کہ دنیا ہے تیری عاشق زار

’’مناظرۂ رحم وانصاف‘‘ ’’انجمن پنجاب‘‘ لاہور کے مشاعرے میں پڑھی جانے والی چوتھی اور آخری نظم تھی ۔اس میں حالی نے دو مجردات رحم وانصاف میں ہونے والے مکالمے کو پیش کیا ہے۔شروع میں ’’رحم‘‘ خودکوعظیم ثابت کرتا ہےاور’’انصاف‘‘اپنی برتری کوظاہر کرتا ہےاوراس گفتگومیں ’’عقل‘‘ثالث کا کرداراداکرتی ہےاوردونوں میں صلح کراتی ہے۔آغاز یوں ہوتا ہے ۔

ایک دن رحم نے انصاف سے جاکر پوچھا   کیا سبب ہے کہ ترانام ہےدنیا میں بڑا
نیک نامی سےتری سخت تحیر ہے ہمیں   ہاں سنیں ہم بھی کہ ہےکون سی خوبی تجھ میں
قتل انسان ہمیشہ سے ہےعادت تیری   سیکڑوں چڑھ گئےسولی پہ بدولت تیری
جان پہچان کا ساتھی ہے نہ انجان کا دوست   یار ہندو کا ہےتواور نہ مسلمان کا دوست

پھر’’رحم‘‘اپنا تعارف پیش کرتا ہے ۔

رحم ہے نام مرا لطف وکرم کام مرا
فیض ویرانہ وآباد میں ہے عام مرا

میری سرکار میں ہو جاتے ہیں سب عذر قبول
میرے دربار سے جاتے نہیں مجرم بھی ملول
مصر میں قید سے یوسف کو نکالا میں نے
اور ایوب کے بیڑے کو سنبھالا میں نے
میں ہی دیتا ہوں یتیموں کو دلاسا جاکر
میں ہی لیتا ہوں برے حال میں رانڈوں کی خبر

اب ''انصاف''، ''رحم'' کو جواب دیتا ہے۔

بول میٹھے نہیں آفت کے یہ پرکالے ہیں
اس مروت نے تری سیکڑوں گھر گھالے ہیں
چور چوری سے نہیں ڈرتے بدولت تیری
لیے پھرتی ہے اچکوں کو حمایت تیری
جتنے قزاق ہیں یاں ان کا مددگار ہے تو
اور سب ڈاکوؤں کا قافلہ سالار ہے تو
سر ذرا جس نے اٹھایا اسے کھو کر چھوڑا
پاپ کی ناؤ کو دریا میں ڈبو کر چھوڑا

حالی نے ''انجمنِ پنجاب لاہور'' کے تحت جو چار نظمیں پڑھیں ان کے علاوہ بھی ان کی متعدد نظمیں ہیں ''مناظرہ تعصب وانصاف''، ''پھوٹ و ایکے کا مناظرہ''، ''مناظرہ واعظ و شاعر''، ''مناظرہ رحم وانصاف''، ''دولت ووقت کا مناظرہ'' قابل ذکر ہیں۔

تعلیمی معاملات پرحالی نے متعدد نظمیں لکھی ہیں لیکن ان میں جو خیالات پیش کیے گئے ہیں ان سب کا نچوڑ ''ترکیب بند'' بر مدرسۃ العلوم واقع علی گڑھ مرتبہ(1880ء)اور مسلمانوں کی تعلیم مرتبہ(1889ء) میں موجود ہے۔یہ دونوں نظمیں حالی نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسوں میں پڑھیں۔

معاشرتی اور معاشی موضوع پر مسدس موسوم بہ ''ننگ خدمت''(1887ء)اور''فلسفہ ترقی'' کوخاص اہمیت حاصل ہے۔اس کے علاوہ حالی نے بچوں کے لیے بھی مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں جیسے''خدا کی شان''،بڑوں کا حکم مانو''،''مرغی اور اس کے بچے''،''بلی اور چوہا''،''شیرکا شکار''،''پیشے''،''گھڑیاں اور گھنٹے''،''دھان بونا''،''روٹی کیوں کر میسر آتی ہے''،''موچی''،''چٹھی رساں''،''سپاہی''،''ایک چھوٹی بچی کے خصائل'' وغیرہ۔یہ نظمیں بچوں کے لیے دلچسپ ہیں کیوں کہ بچوں کی نفسیات کے گہرے شعور کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

دلی آکر بھی حالی کو دلی سکون نصیب نہ ہوا۔اب وہ ایک ذہنی کشمکش اورنئی الجھن میں مبتلا تھے کیوں کہ نوجوانی کا دور گزر چکا تھا اور عشقیہ شاعری کا ولولہ سرد ہوگیا تھا۔گل وبلبل کی داستان سے بھی دل سیر ہو چکا تھا۔اب انھوں نے بہت وسیع دنیا میں قدم رکھا تھا۔اب ان کوقوم کا درد ان کو ستا رہا تھا۔حالی کو اپنا 22-20 سالہ سرمایۂ شعر بالکل نکما اور بے قدر نظر آیا۔شعروادب میں اصلاح،قوم کوابھارنے کا جذبہ،انسان کوانسان بنانے کی تمنا،غرض کہ مختلف جذبات تھے جو دل میں موجزن تھے مگر ابھی تک انھیں صحیح راستے کا علم نہ ہوسکا تھا کہ کدھر جائیں؟

آخرخدا نے حالی کواس ذہنی کشمکش سے نکالنے کے لیے ایک مردِ بزرگ ودانا کو بھیجا جس مردِخدا نے مسلمانوں کی ڈوبتی کشتی کو پار لگایا،حالی کو بچانے کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔میری مراد سرسید سے ہے جن کے زیر اثر آنے سے قبل حالی پرقدیم شاعری کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔بدلتے ہوئے حالات نے حالی کوقدیم شاعری سے بدظن کیا۔اور سرسید کی تحریک پر انھوں نے باقاعدہ قومی شاعری کی طرف توجہ کی۔اور انھوں نے ایک ایسی نظم لکھنے کی ٹھان لی جس سے مسلمانوں کو

غیرت دلائی جائے اوران کوخواب غفلت سے بیدار کر کے نئی تعلیم اور نئی زندگی کی طرف متوجہ کیا جائے۔چنانچہ یہ فیصلہ ان کے عظیم مسدس (مسدس مدو جزر اسلام 1879ء) کی شکل میں ظاہر ہوا۔اس ''مسدس'' میں حالی نے پرخلوص جذبے کی مدد سے اپنی قومی وملی تہذیب اوراس کی زبوں حالی کو پیش کیا ہے۔

''مسدس'' میں حالی ماضی کی تابناکی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا　　فلاطوں کو پھر زندہ کر کے دکھایا
ہر اک شہر قریہ کو یوناں بنایا　　مزا علم وحکمت کا سب کو دکھایا
کیا ہر طرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانے کو خواب گراں سے

پیغمبر اسلام حضرت محمدﷺ کی شان میں جو بند حالی نے لکھے ہیں وہ لاجواب ہیں۔ایک بند ملاحظہ ہو۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولا

سرسید مسدس کے بارے میں فخریہ طور پر کہا کرتے تھے:

''بے شک میں اس کا محرک ہوا ہوں اوراس کو میں اپنے ان اعمال حسنہ میں سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھے گا کہ تو کیا لایا تو کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں۔۔۔''

(صالحہ عابد حسین، یادگار حالی، 180)

انیسویں صدی میں کئی اصلاحی تحریکیں چل رہی تھیں، معاشرے میں سماجی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں، عورتوں پر مظالم عام تھے، ہندوستانی تہذیب میں بیوہ کو منحوس مانا جاتا تھا۔ بیداری و آزادیٔ نسواں کے لحاظ سے مولانا حالی نے مثنوی ''مناجات بیوہ'' اور نظم ''چپ کی داد'' دو بڑے معرکے کی نظمیں لکھی ہیں جو قابل ذکر ہیں۔ ''مناجات بیوہ'' 1897ء میں لکھی گئی جس میں 449 اشعار ہیں۔ ''مناجات بیوہ'' بیوہ کی بے کسی، ان پر مظالم اور ان کے عقد ثانی نہ کرنے کے غیر اسلامی رواج اور سماجی برتاؤ کے خلاف احتجاج ہے۔ اس کی تاثیر کے باب میں '' تاریخ ادب اردو '' کے مصنف رام بابو سکسینہ کا یہ دلچسپ اور ذومعنی جملہ ہمیشہ یاد رہے گا:

''اس (مناجات بیوہ) کو پڑھتے وقت اکثر شوہر دار عورتیں کہتی ہیں، کاش ہم بیوہ ہوتے تو اس سے زیادہ لطف اندوز ہوتے 'مناجات بیوہ' ایک خاموش فریاد ہے''
(کشمیری لال ذاکر، ناشر نقوی، حالی اور سر زمین حالی، ص58)

مناجات بیوہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اے دین و دنیا کے مالک
راجا اور پرجا کے مالک
تو بے ٹھکانہ مسکینوں کا
تو ہے سہارا غمگینوں کا
میں لونڈی تیری دکھیاری
دروازے کی تیری بھکاری

موت کی خواہاں جان کی دشمن
جان پہ اپنی آپ اجیرن
اپنے پرائے کی دھتکاری
میکے اور سسرال پہ بھاری
سہہ کے بہت آزار چلی ہوں
دنیا سے بے زار چلی ہوں
کوئی نہیں دل کا بہلاوا
آ نہیں چکتا میرا بلاوا

اسی قبیل کی حالی کی دوسری نظم ''چپ کی داد'' جو 1905ء میں لکھی گئی اور 1906ء میں شائع ہوئی۔اس میں 8 بند اور 72 اشعار ہیں۔اس نظم کے ابتدائیہ اشعار ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ حالی کے دل میں عورتوں کا بہت احترام اور عزت کا جذبہ موجود تھا۔وہ عورت کو محض ایک کھلونا نہیں سمجھتے تھے وہ اسے ایک شفیق ماں،ایک غم خوار بہن،ایک سعادت مند بیوی اور ایک پیاری بیٹی سمجھتے تھے حالی نے عورت کے کردار،اس کی صفات اور خوبیاں بہت خوش بیانی اور بڑے احترام کے ساتھ ''چپ کی داد'' کی صورت میں پیش کیا ہے۔ایک ہی ہستی کے یہ مختلف روپ عورت کے عہدہ کو اونچا کر دیتے ہیں۔

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو! دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہیں،قوموں کی عزت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں،شہروں کی ہو آبادیاں
غمگیں دلوں کی شادیاں،دکھ سکھ میں راحت تم سے ہے
تم ہو تو غربت ہے وطن،تم بن ہے ویرانہ چمن

ہو دیس یا پردیس جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو ، عفت کی تم تدبیر ہو
فطرت تمہاری ہے حیا ، طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا انساں عبارت تم سے ہے

حالی نے ان موضوعات پر قلم اٹھایا جن پر ان سے پہلے کسی دوسرے شاعر نے توجہ نہیں کی۔حالی نے نظم کی مختلف ہیئتوں مسدس،قطعہ،ترکیب بندکا استعمال کیا۔ان الفاظ، محاورات،تشبیہات،استعارات،اقوال،کہاوتوں سے بھی اپنی نظموں میں کام لیا ہے جوروزمرہ کی عام بول چال میں استعمال ہوتے ہیں۔حالی کی بے پناہ خلوص نے ان کی نظموں میں وہ شدت پیدا کردی کہ وہ اس عہد کے لیےاورآنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ بن گئیں۔

اردو شاعری میں حالی شخصی مرثیہ نگاری کی حیثیت سے بھی معروف ہیں۔حالی سے قبل مومن وغالب اور چند دوسرے شعرانے بھی مرثیہ لکھے۔حالی نے کل پانچ مرثیے لکھے جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:

1)مرثیہ غالب	ترکیب بند	(1869ء
2)بڑے بھائی خواجہ امداد حسین کا مرثیہ قطعہ		(1885-86ء)
3)مرثیہ حکیم محمود خان	مسدس	(1892ء)
4)ملکہ وکٹوریہ کا مرثیہ	ترکیب بند	(1901ء)
5)محسن الملک کا مرثیہ	ترکیب بند	(1907)

حالی نے قطعات اور رباعیاں بھی کہیں۔انھوں نے جذبے کے اظہار کے لئے صنف رباعی کو بڑی اہمیت دی۔''مقدمہ شعروشاعری میں حالی لکھتے ہیں:

''بعض خیالات جو دو مصرعوں میں بالکل یا زیادہ خوبی کے
ساتھ ادا نہیں ہو سکتے ان کو قطعہ یا رباعی کے لباس میں ظاہر
کیا جا سکتا ہے۔''

(الطاف حسین حالی، مقدمہ شعروشاعری، ص179)

ان کے دیوان میں شامل رباعیوں کی تعداد 150 ہے۔اسی طرح انھوں نے قصائد بھی لکھے کل سات مکمل قصائد انھوں نے لکھے۔ ناتمام قصائد تین ہیں۔

اردو نثر کی تاریخ میں خواجہ الطاف حسین حالی کو سوانحی اور تنقیدی نثر لکھنے کی وجہ سے اہم مقام حاصل ہے۔انھوں نے اردو ادب کے دامن کو ''حیات سعدی'' 1882ء، ''یادگار غالب'' 1896ء اور ''حیات جاوید'' 1901ء جیسی اہم سوانحی کتابوں سے آراستہ کیا۔حالی اور ان کے عہد ہی سے اردو میں صنف سوانح نگاری کی روایت کا آغاز ہوا۔ان کے معاصرین میں مولانا شبلی نعمانی اور ذکاء اللہ نے سوانح نگاری کو فروغ دیا۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالی کا عہد سوانحی ادب کے لیے سازگار رہا۔شبلی نعمانی کی سوانح عمریوں میں مذہبیت اور تاریخیت کا غلبہ ہے اس لیے ان کی سوانح عمریوں کو سیرت کی حیثیت دی جاتی ہے۔جب کہ ذکاء اللہ نے سیاست کو بنیاد بنا کر سوانح نگاری کو فروغ دیا۔مولانا حالی وہ واحد سوانح نگار ہیں جنھوں نے نہ تو مذہبی شخصیت کو سوانح نگاری کا وسیلہ بنایا نہ ہی سیاسی شخصیت کو، بلکہ خالص ادبی شخصیات کی زندگی کے حالات تحریر کر کے سوانح نگاری کی صنف کو ادبی رنگ سے چمکایا۔

اس کے علاوہ حالی نے نثر کی چند کتابیں لکھیں۔انھوں نے دوران طالب علمی میں 53-1852ء میں دینیات کے موضوع پر ایک کتابچہ لکھا تھا جو کہ ایک وہابی مسلک کی تائید میں تھا اس لیے ان کے استاد مولوی نوازش علی نے چاک کر دیا۔ان کی دوسری تصنیف ''مولود شریف'' ہے ان کے بیٹے سجاد حسین مرحوم کے مطابق 1864ء اور 1870ء کے درمیان کی تصنیف ہے۔ایک اور کتاب ''تریاق مسموم'' 1868ء میں شائع ہوئی۔اس کے علاوہ ''تاریخ

محمدی پر منصفانہ رائے''1872ء میں شائع ہوئی۔دیگر تصانیف میں''تذکرہ رحمانیہ''،''طبقات الارض''،''اصول فارسی''،''مجالس النسا''،سوانح عمری''حکیم ناصر خسرو''،''حیات سعدی''،''حیات جاوید''،''یادگار غالب''اس کے علاوہ دو خطوط کے مجموعے''مضامین حالی''اور''مقالات حالی''وغیرہ بھی شامل ہیں۔

رسالہ''شواہدالاسلام''1872ء میں شائع ہوا۔اس کے علاوہ حالی نے محکمہ تعلیم اور پنجاب یونیورسٹی کے لیے''دو کتابیں''طبقات الارض''اور''اصول فارسی''بھی لکھیں۔کے ساتھ''طبقات الارض''جو جیولوجی (علم الارض) میں ایک فرانسیسی تصنیف کا عربی سے اردو میں ترجمہ ہے بھی شامل ہے ہیں۔اس کا حق معاوضہ پنجاب یونیورسٹی کو دے دیا۔حالی کی پہلی اہم نثری تصانیف میں پہلا نام''مجالس النسا1874ء''کا ہے جس میں عورتوں کی تعلیم وتربیت اور بچوں کی پرورش کے اصول اور طریقے نہایت دلچسپ انداز میں بیان ہوئے ہیں۔یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور عرصہ تک پنجاب کے نسواں اسکول کے نصاب میں شامل رہی۔اس کتاب پر پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے چار سو روپے کا انعام بھی ملا۔

☆☆☆